فتاویٰ امن پوری (قسط ۱۱۶)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: لقطہ کسے کہتے ہیں؟

جواب: بے جان شے، جو رستے میں گری پڑی ملے، لقطہ کہلاتی ہے، مثلاً چلتے چلتے کسی کی رقم گری پڑی ہو یا کوئی زیور وغیرہ۔ اگر کوئی گم شدہ جانور ملے، تو اسے ''ضالہ'' کہتے ہیں۔ ان کے خاص احکامات ہیں۔

سوال: اگر لقطہ (گری پڑی بے جان شے) یا ضالہ (گم شدہ جانور) ملے، تو اس کا کیا کیا جائے؟

جواب: لقطہ اور ضالہ کے احکامات ذیل کی احادیث میں مندرج ہیں، ملاحظہ ہو؛

❀ سیدنا زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا، ایک آدمی نے آکر لقطہ (گری ہوئی چیز) کے متعلق پوچھا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کے برتن کی بناوٹ اور اس کے بندھن کو ذہن میں رکھیے، پھر ایک سال تک اس کا اعلان کیجیے، اگر اس کا مالک آجائے، تو (اسے دے دیں) ورنہ اپنی ضرورت پوری کر لیں۔ انہوں نے پوچھا: اگر راستہ میں گمشدہ بکری مل جائے (تو اس کا کیا حکم ہے)؟ فرمایا: وہ آپ کی ہوگی یا آپ کے بھائی کی، یا پھر بھیڑیا کھا لے گا۔ انہوں نے پوچھا: گمشدہ اونٹ ملے، (تو اس کا کیا حکم ہے؟) فرمایا: اس کے ساتھ جوتے اور

اس کا مشکیزہ موجود ہے، وہ خود ہی پانی پر پہنچ جائے گا اور خود ہی درخت کے پتے کھالے گا، اس طرح کسی نہ کسی دن اس کا مالک اسے پالے گا۔''

(صحيح البخاري : 2429، صحيح مسلم : 1722، المنتقى لابن الجارود : 666)

❀ سیدنا زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''ایک اعرابی نے نبی کریم ﷺ سے لقطہ (گری ہوئی چیز) کے متعلق پوچھا، آپ ﷺ نے فرمایا: ایک سال تک اس کا اعلان کریں، اگر کوئی آ کر آپ کو اس کے برتن اور بندھن کے متعلق بتادے (تو اسے اس کا مال واپس کردیں)، ورنہ اس سے فائدہ اٹھالیں۔ اس دیہاتی نے آپ سے اونٹ کے متعلق پوچھا، جو راستہ بھول گیا ہو، تو آپ کے چہرے کا رنگ بدل گیا، فرمایا: آپ کا اس سے کیا مطلب؟ اس کے ساتھ اس کے جوتے اور اس کا مشکیزہ موجود ہے، وہ خود ہی پانی پر پہنچ جائے گا اور خود ہی درخت کے پتے کھالے گا، اسے چھوڑ دیں تاآنکہ اس کا مالک اسے پالے۔ انہوں نے گمشدہ بکری کے متعلق پوچھا (اگر مل جائے تو کیا کیا جائے)؟ فرمایا: وہ آپ کی ہوگی یا آپ کے بھائی کی ہوگی یا بھیڑیا اسے اٹھالے جائے گا۔''

(صحيح البخاري : 2427، صحيح مسلم : 1722، المنتقى لابن الجارود : 667)

❀ سیدنا سوید بن غفلہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''مجھے ایک کوڑا ملا اور میں نے اسے اٹھالیا، زید بن صوحان اور سلمان بن ربیعہ نے مجھ پر اعتراض کیا، میں نے کہا: اگر مجھے اس کا مالک مل گیا، تو میں اس کے حوالے کردوں گا، ورنہ میں اس سے فائدہ اٹھاؤں گا۔ سوید کہتے ہیں:

میں نے اس کا تذکرہ سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے کیا تو انہوں نے فرمایا: آپ نے ٹھیک کیا، ٹھیک کیا ہے، مجھے ایک تھیلی ملی تھی میں اسے لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک سال تک اس کا اعلان کریں۔ میں نے ایک سال تک اس کا اعلان کیا، مگر کوئی آدمی ایسا نہ ملا، جو اسے پہچان سکتا ہو۔ میں پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک سال تک اور اعلان کریں۔ میں نے ایک سال تک اس کا اعلان کیا، مگر کوئی آدمی ایسا نہ ملا، جو اسے پہچان سکتا ہو۔ میں پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک سال تک مزید اعلان کریں۔ میں نے ایک سال تک اس کا اعلان کیا، مگر کوئی آدمی ایسا نہ ملا، جو اسے پہچان سکتا ہو۔ آپ نے فرمایا: اس کی گنتی، تھیلی اور بندھن کو ذہن نشین کر لیں، اگر اس کا مالک آجائے، تو اسے دے دینا، ورنہ اسے اپنی ضروریات میں خرچ کر لینا۔''

(صحيح البخاري: 2426، صحيح مسلم: 1723)

❁ سیدنا زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

سُئِلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ اللُّقَطَةِ فَقَالَ : عَرِّفْهَا سَنَةً، فَإِنْ لَّمْ تُعْتَرَفْ فَاعْرِفْ عِفَاصَهَا وَوِكَائَهَا ثُمَّ كُلْهَا فَإِنْ جَاءَ صَاحِبُهَا فَأَدِّهَا إِلَيْهِ .

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے لقطہ (گری ہوئی چیز) کے متعلق پوچھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک سال تک اس کا اعلان کرتے رہیے، اگر اسے پہچاننے والا کوئی

آدمی نہ آئے،تو اس کی تھیلی اور تسمے (یعنی علامات) کو ذہن نشین کر کے اسے کھالیں، اگر (کسی وقت) اس کا مالک آ گیا،تو اسے دے دینا۔''

(صحیح مسلم : 1722، المنتقی لابن الجارود : 669)

❀ سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

''مزینہ قبیلے کا ایک آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کہنے لگا: جو چیز شارع عام یا آباد بستی سے ملے،تو اس کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک سال تک اس کا اعلان کیجیے، اگر اس کا متلاشی آ جائے،تو اس کے حوالے کر دیں، ورنہ اپنی ضرورت پوری کر لیں، کسی بھی دن اگر کوئی آدمی اس کا مطالبہ کرنے آ جائے،تو اسے دے دینا اور جو چیز ویران راستے یا بے آباد بستی سے ملے،تو اس میں اور دفینہ میں سے پانچواں حصہ ادا کرنا ہوگا۔''

(سنن أبي داوٗد : 1710، سنن النّسائي : 4961، سنن التّرمذي : 1289، سنن ابن ماجه : 2596، وسنده حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن'' اور امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۲۳۲۷) اور امام ابن الجارود رحمہ اللہ (۶۷۰) نے ''صحیح'' کہا ہے۔ یہ حدیث عمرو بن شعیب سے ایک بڑی جماعت نے روایت کی ہے۔

❀ سیدنا مطرف بن عیاض رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنِ الْتَقَطَ لُقَطَةً فَلْيُشْهِدْ ذَا عَدْلٍ أَوْ ذَوَيْ عَدْلٍ وَّلَا يَكْتُمْ وَلَا يُغَيِّبْ فَإِنْ جَاءَ صَاحِبُهَا فَهُوَ أَحَقُّ بِهَا وَإِلَّا فَهُوَ مَالُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ .

''جس کو کوئی گری پڑی چیز ملے، تو وہ ایک یا دو منصف آدمیوں کو اس پر گواہ بنا لے، اس کو چھپا کر نہ رکھے، نہ ہی اس کو غائب کرے، اگر اس کا مالک آ جائے، تو وہ اس کا زیادہ حقدار ہے، ورنہ وہ اللہ کا مال ہے، اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے، دیتا ہے۔''

(مسند الإمام أحمد : 266/4، سنن أبي داوٗد : 1709، سنن ابن ماجه : 2505، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ (۴۸۹۴) اور امام ابن الجارود رحمہ اللہ (۶۷۱) نے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

سوال: اگر لقطہ کا مالک نہ ملے، تو کیا وہ چیز مالک کی طرف سے صدقہ کی جا سکتی ہے؟

جواب: جی ہاں۔ صدقہ کی جا سکتی ہے، مگر ضروری نہیں۔

سوال: اگر کوئی بیش قیمت چیز ملے، تو کیا وہ مسجد میں لگائی جا سکتی ہے؟

جواب: بیش قیمت چیز ملے، تو اس کے لقطہ والے احکام ہیں، یعنی عرصہ تک اس کا اعلان کیا جائے، اگر پھر بھی مالک نہ ملے، تو مسجد مدرسہ میں خرچ ہو سکتی ہے، واللہ اعلم!

سوال: لقطہ کو افطاری میں خرچ کرنا کیسا ہے؟

جواب: اگر ملنے والی چیز قیمتی ہے، تو اس کا اعلان کیا جائے اور اگر قیمتی نہیں، تو چیز کو اٹھانے والا اسے کہیں بھی خرچ کر سکتا ہے۔

سوال: مسلمان میت کی جیب سے جو رقم نکلی، اس کا کیا کیا جائے؟

جواب: وہ رقم وارثوں کے سپرد کی جائے، البتہ اگر میت کی طرف سے صدقہ کر دیا جائے، تو بہتر ہے، بشرطیکہ ورثاء راضی ہوں۔

سوال: عرصہ دراز تک اگر لقطہ کے مالک کا پتہ نہ چلے، تو کیا اس چیز کو بیچنا جائز ہے؟

جواب: ایک عرصہ تک اعلان کرنے کے باوجود بھی مالک کا پتہ نہ چلے، تو جس شخص کو وہ چیز ملی تھی، اسے چاہیے کہ اس چیز کی مقدار اور حیثیت کو نوٹ کر لے اور اسے اپنے استعمال میں لے آئے، وہ اس کا مالک ہے، اس میں مکمل تصرف کا حق رکھتا ہے، اسے بیچ بھی سکتا ہے اور اپنے استعمال میں بھی لا سکتا ہے۔ البتہ اگر استعمال کے بعد بھی چیز کا مالک واپس آ جائے اور اس چیز کا مطالبہ کرے، تو وہ اسے وہ چیز یا اس کی قیمت واپس لوٹائے۔

❁ سیدنا سوید بن غفلہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''مجھے ایک کوڑا ملا اور میں نے اسے اٹھا لیا، زید بن صوحان اور سلمان بن ربیعہ نے مجھ پر اعتراض کیا، میں نے کہا: اگر مجھے اس کا مالک مل گیا، تو میں اس کے حوالے کر دوں گا، ورنہ میں اس سے فائدہ اٹھاؤں گا۔ سوید کہتے ہیں: میں نے اس کا تذکرہ سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے کیا تو انہوں نے فرمایا: آپ نے ٹھیک کیا، ٹھیک کیا ہے، مجھے ایک تھیلی ملی تھی میں اسے لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک سال تک اس کا اعلان کریں۔ میں نے ایک سال تک اس کا اعلان کیا، مگر کوئی آدمی ایسا نہ ملا، جو اسے پہچان سکتا ہو۔ میں پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک سال تک اور اعلان کریں۔ میں نے ایک سال تک اس کا اعلان کیا، مگر کوئی آدمی ایسا نہ ملا، جو اسے پہچان سکتا ہو۔ میں پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک سال تک مزید اعلان کریں۔ میں نے ایک سال تک اس کا اعلان کیا، مگر کوئی آدمی ایسا نہ ملا، جو

اسے پہچان سکتا ہو۔ آپ نے فرمایا: اس کی گنتی، تھیلی اور بندھن کو ذہن نشین کر لیں، اگر اس کا مالک آ جائے، تو اسے دے دینا، ورنہ اسے اپنی ضروریات میں خرچ کر لینا۔''

(صحيح البخاري : 2426، صحيح مسلم : 1723)

سوال: کسی قبر پر کوئی چیز پڑی ملے، تو اس کا کیا کیا جائے؟

جواب: بعض لوگ قبروں پر نذرانے کے لیے قیمتی اشیا رکھ جاتے ہیں، یہ پیسے کا ضیاع ہے، اس سے صاحب قبر یا رکھنے والے کو کچھ فائدہ حاصل ہونے والا نہیں، بلکہ یہ ناجائز نذرانہ اور ناحق وسیلہ ہے۔

جہاں تک سوال کا تعلق ہے، تو قبر پر پڑی قیمتی چیز کو نہ اٹھایا جائے، کیونکہ اس کو استعمال کرنا جائز نہیں۔

سوال: کیا غیر آباد علاقے میں گری پڑی چیز کا حکم بھی لقطہ والا ہے؟

جواب: جی ہاں، اس کا حکم بھی لقطہ والا ہے، ممکن ہے کہ کسی راہ گیر مسافر سے گر گئی ہو گی، اس کا بھی عرصہ تک اعلان کیا جائے، مالک آ جائے، تو اسے دے دی جائے اور اگر مالک نہ آئے، تو اپنے استعمال میں لائی جا سکتی ہے۔

سوال: کیا لقطہ کو اعلان کے بعد غنی اپنے استعمال میں لا سکتا ہے؟

جواب: لقطہ کا ایک مدت تک اعلان کیا جائے، اگر کوئی مالک نہ ملے، تو اس چیز کی مقدار اور حیثیت کو ذہن نشین کر کے استعمال کیا جا سکتا ہے، اس میں امیر و غریب کی کوئی قید حدیث میں بیان نہیں ہوئی، لہٰذا امیر آدمی بھی لقطہ کی رقم استعمال کر سکتا ہے۔

سوال: کیا گرے پڑے ایک لاکھ روپے پر بھی لقطہ کا حکم لگے گا؟

(جواب): جی ہاں، ایک لاکھ روپے پر لقطہ کا حکم نافذ ہوگا۔

(سوال): حدیث قدسی: ''زمانے کو گالی مت دیں۔'' کا کیا مطلب ہے؟

(جواب): سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا تَسُبُّوا الدَّهْرَ، فَإِنَّ اللّٰهَ هُوَ الدَّهْرُ .

''زمانے کو برا بھلا مت کہیں، اللہ تعالیٰ ہی وقت (کو الٹ پلٹ کرنے والا) ہے۔''

(صحیح مسلم: 2246)

''دھر'' زمانے اور وقت کو کہتے ہیں۔

۞ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ ''دھر'' کی تعریف میں فرماتے ہیں:

اَلدَّهْرُ الَّذِي هُوَ الزَّمَانُ أَوْ مَا يَجْرِي مَجْرَى الزَّمَانِ .

''دہر سے مراد زمانہ ہے یا جو اس میں ہو رہا ہو، ہے۔''

(مَجموع الفتاویٰ: 2/494)

زمانے کا نظام اللہ کے ہاتھ میں ہے، وہ اسے جیسے چاہتا ہے، بدلتا رہتا ہے۔ زمانے کو برا کہنے سے منع کیا گیا ہے۔ زمانے کو گالی دینا حرام ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کو ایذا دینا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی زمانے کا خالق ہے، حقیقت الامر میں دہر (زمانہ) کسی شے کا مالک نہیں، نہ ہی کچھ کر سکتا ہے، زمانے میں جو کچھ ہوتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی مشیت سے ہوتا ہے۔

۞ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَتِلْكَ الْأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ﴾ (آل عمران: 140)

''ہم لوگوں کے دن بدلتے رہتے ہیں۔''

۞ حدیث قدسی ہے:

أُقَلِّبُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ . ''میں ہی دن اور رات کو الٹ پلٹ کرتا ہوں۔''

(صحيح البخاري : 4826، صحيح مسلم : 2246)

دن اور رات دہر ہیں، ان میں تدبیر وتصرف اللہ تعالیٰ کرتے ہیں۔ فلاسفہ دہر اور زمانے میں فرق کرتے ہیں، اس فرق پر کوئی دلیل نہیں۔

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نقل کرتے ہیں:

''قاضی عیاض رحمہ اللہ کہتے ہیں: بعض غیر محقق لوگوں نے یہ کہا ہے کہ دھر اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں سے ہے، جبکہ یہ بات غلط ہے، کیونکہ دھر تو دنیا کے وقت کی مدت کو کہتے ہیں۔ بعض نے یہ تعریف کی ہے کہ دھر سے مراد دنیا میں اللہ کے کیے گئے کاموں کی مدت ہے، یا اللہ تعالیٰ کے وہ کام ہیں، جو (کسی بھی چیز کی) موت سے پہلے تک ہوں۔ بعض جاہل دھریہ اور معطلہ نے اس حدیث کے ظاہری الفاظ سے پکڑی ہے اور ناپختہ اہل علم پر حجت بازی کی ہے۔ کیونکہ ان (دھریہ وغیرہ) کے نزدیک دھر سے مراد کائنات کی حرکات اور عالَم کی مدت ہے۔ ان کے نزدیک اس (دھر) کے علاوہ کوئی ذات کچھ کرنے والی نہیں ہے۔ (گویا اللہ کا وجود نہیں ہے۔) جبکہ ان کے رد کے لیے حدیث کا دوسرا حصہ ہی کافی ہے کہ جس میں ہے: ''میں زمانہ ہوں، اس کی رات اور دن کو الٹ پلٹ کرتا ہوں۔'' بھلا کوئی چیز اپنے آپ کو کیسے الٹ پلٹ کر سکتی ہے؟ اللہ تعالیٰ ان (دھریہ) کی بہتان بازیوں سے بہت بلند ہے۔''

(فتح الباري : 566/10)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ

تعالیٰ فرماتا ہے:

يُؤْذِينِي ابْنُ آدَمَ يَسُبُّ الدَّهْرَ وَأَنَا الدَّهْرُ، بِيَدِي الْأَمْرُ أُقَلِّبُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ .

’’ابن آدم مجھے ایذا پہنچاتا ہے، وہ وقت کو برا بھلا کہتا ہے، جبکہ میں ہی وقت (کو الٹ پلٹ کرنے والا) ہوں، اختیار میرے ہاتھ میں ہے، میں ہی دن اور رات کو الٹ پلٹ کرتا ہوں۔‘‘

(صحيح البخاري : 4826، صحيح مسلم : 2246)

❀ امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

’’(حدیث قدسی میں) فرمان باری تعالیٰ: ’’میں ہی وقت (کو الٹ پلٹ کرنے والا) ہوں۔‘‘ اس سے مراد یہ ہے کہ میں ہی وقت کو لانے والا ہوں، اس کے لیل ونہار کو خوشحالی اور تنگ حالی میں بدلنے والا ہوں۔ جبکہ بعض کافر تو کہتے ہیں کہ انہیں وقت ہلاک کرتا ہے، اللہ تعالیٰ نے ایسوں کی بات نقل کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَمَا يُهْلِكُنَا إِلَّا الدَّهْرُ﴾ اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ ان کفار کو اس بات کا ذرا بھی علم نہیں ہے، بلکہ خود سے ہی یہ گمان کر رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَمَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ إِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ﴾ نبی کریم ﷺ نے بتایا ہے کہ جو اپنے ہلاک کرنے والے کو گالی دیتا ہے، وہ تو اللہ تعالیٰ کو گالی دیتا ہے، کیونکہ کفار یہ گمان کرتے تھے کہ انہیں وقت ہلاک کرتا ہے، جبکہ ہلاک کرنے والا تو اللہ تعالیٰ خود ہے، نہ کہ زمانہ۔ یوں اس زمانے کو گالی دیتے ہیں، جس میں ان کی ہلاکت ہوئی۔ جبکہ گالی ان کی طرف سے ان

کے خالق کو جائے گی، جو انہیں ہلاک کرنے والا ہے، نہ کہ زمانے کو، جس کا اس ہلاکت میں کوئی کردار نہیں، کیونکہ زمانے کو پیدا کرنے والا بھی اللہ تعالیٰ ہے۔''

(صحیح ابن خزیمة : 113/4)

۞ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

مَعْنٰی هٰذَا : أَنَّ الْجَاهِلِيَّةَ كَانُوا يَقُولُونَ : يَا خَيْبَةَ الدَّهْرِ، فَعَلَ بِنَا كَذَا وَكَذَا، فَيُسْنِدُونَ أَفْعَالَ اللّٰهِ تَعَالٰی إِلَی الدَّهْرِ، وَيَسُبُّونَهٗ، وَإِنَّمَا الْفَاعِلُ لِذٰلِكَ هُوَ اللّٰهُ، عَزَّ وَجَلَّ، فَنَهٰی عَنْ ذٰلِكَ، هٰكَذَا قَرَّرَهُ الشَّافِعِيُّ وَأَبُو عُبَيْدٍ وَغَيْرُهُمَا مِنَ الْعُلَمَاءِ، رَحِمَهُمُ اللّٰهُ .

''اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ اہل جاہلیت (مصیبت کے وقت) کہا کرتے تھے: اے زمانے کی مصیبت! ہمارے ساتھ ایسا ایسا ہی ہونا تھا۔ یوں وہ اللہ تعالیٰ کے افعال کو زمانے کی طرف منسوب کر دیتے تھے اور اسے برا کہتے۔ جبکہ ان کا فاعل اللہ عزوجل ہی ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس سے منع کر دیا۔ امام شافعی اور امام ابو عبید وغیرہما رحمہما اللہ نے یہی مفہوم بیان کیا ہے۔''

(تفسیر ابن کثیر : 480/6)

۞ نیز فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے کافر دہریہ اور ان کے ہم نوا مشرکین عرب، جو آخرت کے منکر ہیں، کے متعلق خبر دی ہے: ﴿وَقَالُوا مَا هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوتُ وَنَحْيَا﴾ '' کہتے ہیں کہ صرف ہماری دنیاوی زندگی ہی ہے، جس میں ہم زندہ ہیں اور پھر مر جائیں گے۔'' یعنی صرف دنیاوی زندگی ہی ہے، جس میں کچھ

لوگ مر جاتے ہیں اور دوسرے زندگی کے مزے لیتے ہیں۔ نہ آخرت کا کوئی وجود ہے اور نہ قیامت کا دن ہوگا۔ یہ مشرکین عرب کہا کرتے تھے، جو دوبارہ زندہ کیے جانے کے منکر تھے، نیز یہ عقیدہ ان فلاسفہ کا بھی کیا، جو الٰہ کو مانتے ہیں، لیکن کائنات کی ابتدا اور دوبارہ زندہ کیے جانے کے منکر ہیں، اسی طرح اس کے قائلین میں وہ دہریہ بھی شامل ہیں، جو کہتے ہیں کہ زمانہ خود ہی چل رہا ہے، اسے بنانے والا کوئی نہیں ہے، ان کا نظریہ ہے کہ ہر چھتیس ہزار سال بعد زمانہ پھر وہیں لوٹ آتا ہے، جہاں وہ پہلے تھا، نیز یہ کہتے ہیں کہ زمانے کا یہ چکر کئی بار ہو چکا ہے اور کبھی ختم ہونے والا نہیں۔ ان لوگوں نے عقل کو بڑا جانا اور منقول (کتاب وسنت) کو جھٹلا دیا، اسی لیے انہوں نے کہہ دیا: ﴿وَمَا يُهْلِكُنَا إِلَّا الدَّهْرُ﴾ ''ہمیں وقت ہی ہلاک کرتا ہے۔'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَمَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ إِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ﴾ ''ان لوگوں کو اپنی بات کا علم ہی نہیں، یہ تو محض گمان کرتے ہیں۔'' یعنی وہم اور خیال کرتے ہیں۔''

(تفسير ابن كثير : 7/268-269)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا تَقُولُوا : خَيْبَةَ الدَّهْرِ ، فَإِنَّ اللّٰهَ هُوَ الدَّهْرُ .

''آپ ''ہائے زمانے کی مصیبت!'' نہ کہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی وقت (کو الٹ پلٹ کرنے والا) ہے۔''

(صحيح البخاري : 6182، صحيح مسلم : 2247)

❁ امام قوام السنہ اصبہانی رحمہ اللہ (۵۳۵ھ) فرماتے ہیں:

''حدیث نبوی: ''کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی وقت (کو الٹ پلٹ کرنے والا) ہے۔''
سے کسی کو یہ وہم نہیں ہونا چاہیے کہ دہر اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں سے
ہے۔ کیونکہ اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ اہل جاہلیت کی یہ عادت تھی کہ جب
کسی کو ناخوشگوار حالت پیش آتی، تو وہ اس مصیبت کو زمانے کی طرف منسوب
کر دیتا تھا۔ یوں وہ زمانے کو گالی دیتے کہ اس مصیبت کا فاعل زمانہ ہی ہے،
وہ یہ اعتقاد نہیں رکھتے تھے کہ یہ مصیبت اللہ تعالیٰ کے فعل اور اس کی قضا سے
صادر ہوئی ہے۔ تو رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے انہیں باخبر کیا کہ یہ سب اللہ تعالیٰ کے
فعل سے صادر ہوتا ہے، اس لیے جب تم اس مصیبت کے فاعل کو گالی دیتے
ہو، تو یہ گالی اللہ تعالیٰ کو جاتی ہے۔''

(الحُجَّة في بَيان المَحَجَّة :1/178-179)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا:

لَا تَسُبُّوا الدَّهْرَ، فَإِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجلَّ قَالَ: أَنَا الدَّهْرُ، الْأَيَّامُ وَاللَّيَالِي لِي، أُجَدِّدُهَا وَأُبْلِيهَا، وَآتِي بِمُلُوكٍ بَعْدَ مُلُوكٍ.

''زمانے کو برا بھلا مت کہو، کیونکہ اللہ عزوجل نے فرمایا: میں ہی وقت (کو الٹ پلٹ کرنے والا) ہوں۔ دن اور رات میرے ہیں، میں ہی انہیں خوشحال اور تنگ حال کرتا ہوں، میں ہی بادشاہت دیتا ہوں۔''

(مسند الإمام أحمد: 2/496، وسندهٗ حسنٌ)

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔

(فتح الباري: 10/565)

❁ امام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كَانَ أَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ يَقُولُونَ : إِنَّ الدَّهْرَ هُوَ الَّذِي يُهْلِكُنَا هُوَ الَّذِي يُمِيتُنَا وَيُحْيِينَا فَرَدَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ قَوْلَهُمْ .

''اہل جاہلیت کہا کرتے تھے: زمانہ ہی ہمیں ہلاک کرتا ہے، زمانہ ہمیں مارتا ہے، زمانہ ہمیں زندہ کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ نے ان کے نظریات کا رد کیا۔''

(صحیح ابن حِبّان : 5715، المستدرك للحاكم : 3690، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ حافظ ابن قیم رحمہ اللہ (۷۵۱ھ) فرماتے ہیں:

''زمانے کو گالی دینے والا دو باتوں میں سے ایک کا شکار ہوتا ہے، یا تو وہ اللہ کو گالی دیتا ہے، یا اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے، کیونکہ اگر وہ عقیدہ رکھے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ زمانہ بھی فاعل ہے، تو وہ مشرک ہے، اگر یہ عقیدہ رکھے کہ اللہ تعالیٰ ہی ہر کام کا فاعل ہے، چونکہ وہ فاعل کو گالی دیتا ہے، اس لیے وہ اللہ کو گالی دیتا ہے۔''

(زاد المَعاد في هَدي خير العِباد : 241/2)

اللہ تعالیٰ کو ایذا دینا؟:

حدیث میں آیا ہے کہ جو زمانے کو برا بھلا کہتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کو ایذا دیتا ہے۔ اس ایذا سے کیا مراد ہے؟

یاد رہے کہ ایذا دینے سے ضرر (نقصان) لازم نہیں آتا، کیونکہ بسا اوقات انسان کوئی ناپسندیدہ بات کلام سنتا ہے، یا کوئی ناپسندیدہ چیز دیکھتا ہے، اس سے اسے ایذا تو ہوتی ہے، لیکن ضرر نہیں پہنچتا۔ اسی طرح بدبودار چیزوں سے ایذا تو ہوتی ہے، لیکن ضرر نہیں۔ اللہ

تعالیٰ نے اپنے لیے ایذا کا اثبات کیا ہے اور اپنے لیے ضرر کی نفی کی ہے۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَاباً مُّهِيناً﴾(الأحزاب: 57)

''جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت کی ہے اور ان کے لیے رسوا کن عذاب تیار کیا ہے۔''

❁ اسی طرح حدیث قدسی میں ہے:

يُؤْذِينِي ابْنُ آدَمَ يَسُبُّ الدَّهْرَ ....

''ابن آدم مجھے ایذا پہنچاتا ہے، وہ وقت کو برا بھلا کہتا ہے......۔''

(صحيح البخاري: 4826، صحيح مسلم: 2246)

اللہ تعالیٰ نے خود سے ضرر کی نفی کی ہے۔

❁ آیت کریمہ ہے:

﴿إِنَّهُمْ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْئًا﴾(آل عمران: 176)

''وہ ہرگز اللہ تعالیٰ کو ذرہ برابر بھی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔''

❁ حدیث قدسی میں ہے:

يَا عِبَادِي! إِنَّكُمْ لَنْ تَبْلُغُوا ضَرِّي فَتَضُرُّونِي .

''میرے بندو! تم ہرگز مجھے نقصان نہیں پہنچا سکتے۔''

(صحيح مسلم: 2577)

اگر کوئی کہے کہ کلام اللہ، کلام رسول اور لغت میں مجاز ممنوع ہے، تو حدیث: ''میں زمانہ

ہوں۔'' کا مجازی معنی کیوں کیا گیا کہ ''میں زمانے کو بدلنے والا ہوں۔''؟

اس کا جواب یہ ہے کہ کسی بھی کلمے کا حقیقی اور معتبر معنی وہی ہوتا ہے، جس پر سیاق اور قرینہ دلالت کرے۔ وہ اس حدیث میں موجود ہے۔ أَنَا الدَّهْرُ کا معنی أَنَا مُقَلِّبُ الدَّهْرِ ہے، کیونکہ اس معنی پر سیاق دلالت کرتا ہے: أُقَلِّبُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ . ''دن رات کو میں الٹ پلٹ کرتا ہوں۔''

نیز یہ عقلاً محال ہے کہ خالق فاعل ہی مخلوق مفعول ہو اور جو مقلِّب (الٹ پلٹ کرنے والا) ہے، وہی مقلَّب (جسے الٹ پلٹ کیا گیا) ہو۔

دہر سے مراد دن اور رات ہیں۔ جنہیں اللہ تعالیٰ الٹ پلٹ کرتا ہے۔ ''دہر'' نہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، نہ اس کا نام۔ واللہ اعلم!

ایک وضاحت:

زمانے کو برا کہنے کی ممانعت آئی ہے۔ جبکہ بعض احادیث میں قیامت سے پہلے زمانے کی مذمت بھی وارد ہوئی ہے۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس زمانے کے بارے میں خبر دی ہے کہ اس میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے، ان کے یہ اعمال ہوں گے۔ اس سے حقیقت میں زمانے کی مذمت نہیں، بلکہ ان لوگوں کی مذمت ہے، جو اس زمانے میں ہوں گے۔ زمانہ تو ایک جیسا ہے، اس میں لوگ بدلتے رہتے ہیں۔ اچھے لوگ ہوں، تو اچھا زمانہ کہلاتا ہے، برے لوگ ہوں، تو اسے برا زمانہ کہہ دیا جاتا ہے، جیسے دورِ جاہلیت۔ اب اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسا دور، جس میں جاہل لوگ گزرے ہوں۔ اسی طرح نبی کریم ﷺ کا زمانہ سب سے بہترین ہے، کیونکہ اس میں سب سے بہترین ہستی موجود تھی، اسی طرح صحابہ و تابعین وغیرہ کا دور خیر القرون سے موسوم کیا گیا ہے، اس کی بھی یہی وجہ ہے۔

(سوال): کیا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی وفات زہر کھانے سے ہوئی؟

(جواب): سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا طبعی موت فوت ہوئیں۔ بقیع میں دفن ہوئیں۔ روافض کا کہنا ہے کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو زہر دیا تھا۔ یہ محض بہتان ہے۔

❁ ابن ابی ملیکہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

''سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا جب حالت نزع میں تھیں، تو جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کے پاس آنے کو اجازت چاہی، ماں جی کہنے لگے: ڈرتی ہوں کہ وہ میری تعریف کرنے نہ بیٹھ جائیں، کسی نے عرض کیا: وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زادے اور معزز آدمی ہیں، فرمایا: بلا لیجئے! عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے عرض کیا: مزاج گرامی کیسے ہیں؟ فرمایا: اگر اللہ کے ہاں اچھی ہوں، تو سب اچھا ہے، کہا: اچھا ہوگا ان شاء اللہ! آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ ہیں، آپ کے سوا کسی کنواری کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عقد نہیں ملا، قرآن نے آپ کی برأت کی۔ وہ چلے گئے، تو سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما حاضر ہوئے، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرمانے لگیں، ابھی ابن عباس رضی اللہ عنہما آئے تھے، وہ میری تعریف کرنے لگے، جبکہ میں چاہتی تھی کہ گمنام رہتی اور مجھے بھلا دیا جاتا۔''

(صحيح البخاري: 4753)

❁ ابن ابی ملیکہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

''سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے مرض الموت میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ان کی بیمار پرسی کو آئے، سلام کہا اور بیٹھ گئے، فرمایا: ام المومنین! بشارت ہو، تھوڑا ہی وقت ہے کہ آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بے پناہ محبت کرنے والے صحابہ سے جدا ہونے

کو ہیں، آپ کی تکالیف ختم ہونے کو ہیں، آپ کی روح جہان فانی سے پرواز کرنے کو ہے۔ ام المومنین! آپ نبی کریم ﷺ کی محبوب ترین زوجہ تھیں، آپ کی پاکیزگی کی بنا پر یہ پیار آپ کو ملا تھا، آپ کی برأت سات آسمانوں کے اوپر سے نازل ہوئی تھی، روئے زمین پر کوئی مسجد ایسی نہیں کہ جہاں ان آیات کی دن رات تلاوت نہ ہوتی ہو، مقام ابواء، جہاں آپ کا ہار کھو گیا تھا، وہاں نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ اس ہار کی تلاش میں رکے رہے، فجر کا وقت آن پہنچا، پانی تھا نہیں، سو اللہ نے آیت نازل کی: ﴿فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا ......﴾ ''پانی نہ ملے، تو تیمّم کر لیا کریں......'' تیمّم کی رخصت لوگوں کو آپ ہی کی وجہ سے ملی، اللہ کی قسم! آپ بہت مبارک ہیں۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کہنے لگیں: ابن عباس! ان باتوں کو چھوڑیئے۔ اللہ کی قسم! میری تو خواہش تھی کہ کاش مجھے بھلا دیا جاتا۔''

(فضائل الصّحابة لأحمد: 1639، المستدرك للحاكم: 4/8؛ وسندهٔ صحيحٌ)

❁ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں ہے:

أَنَّهَا أَوْصَتْ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا لَا تَدْفِنِّي مَعَهُمْ وَادْفِنِّي مَعَ صَوَاحِبِي بِالْبَقِيعِ لَا أُزَكّٰى بِهِ أَبَدًا.

''آپ رضی اللہ عنہا نے سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو وصیت کی کہ مجھے نبی کریم ﷺ اور ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے پہلو میں دفن نہ کرنا، بلکہ بقیع میں ہی میری سہیلیوں (ازواج مطہرات) کے ساتھ دفن کرنا۔ میں (نبی کریم ﷺ اور ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے پہلو میں دفن ہو کر) اپنی تعریف نہیں کروانا چاہتی۔''

(صحیح البخاري :1391)

❁ عروہ بن زبیر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

مَاتَتْ عَائِشَةُ، فَدَفَنَهَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الزُّبَيْرِ لَيْلًا .

”عائشہ رضی اللہ عنہا فوت ہوئیں، تو انہیں عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے رات کو دفن کیا۔“

(مسند الإمام أحمد : 25005، وسندهٗ صحيحٌ)

(سوال): وضو کے بعد درود پڑھنا کیسا ہے؟

(جواب): وضو کے بعد درود پڑھنا ثابت نہیں، یہ دین میں اضافہ ہے، وضو کے بعد جو مسنون دعائیں حدیث میں ثابت ہیں، وہ ہی پڑھنی چاہیے۔ بلاشبہ درود پڑھنا باعث فضیلت اور خوش بختی ہے، مگر کسی ذکر کو کسی عمل کے ساتھ یا وقت کے ساتھ خاص کرنا شریعت کا وظیفہ ہے۔ اس مسئلہ کو سمجھنے کے لیے ایک روایت ملاحظہ فرمائیں؛

❁ نافع رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

عَطَسَ رَجُلٌ إِلٰى جَنْبِ ابْنِ عُمَرَ، فَقَالَ : الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ : وَأَنَا أَقُولُ : الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلٰكِنْ لَيْسَ هٰكَذَا أَمَرَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نَقُولَ إِذَا عَطَسْنَا، أَمَرَنَا أَنْ نَّقُولَ : الْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ .

”سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پہلو میں بیٹھے ایک آدمی نے چھینک لی اور کہا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

”تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام ہو۔“ اس پر سیدنا

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں بھی اللہ کی تعریف کرتا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام بھیجتا ہوں، لیکن اس موقع پر ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں نہیں سکھایا، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں چھینک کے وقت یہ دُعا سکھائی ہے: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ ''ہمہ وقت تمام تعریفات اللہ کے لئے ہیں۔''

(سنن التّرمذي : 2738، مسند الحارث : 1890، المستدرك على الصّحيحين للحاكم : 265/4، شعب الإيمان للبيهقي : 8884، وسندهٗ حسنٌ)

امام حاکم رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح الاسناد'' اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے۔

ثابت ہوا کہ جس طرح چھینک لینے کے بعد درود پڑھنا مسنون نہیں، بلکہ دوسری دعا مسنون ہے، بعینہٖ وضو کے بعد بھی درود مسنون نہیں، بلکہ دیگر دعائیں مسنون ہیں۔ جس طرح چھینک کے بعد درود سے منع کرنے سے سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما درود کے منکر نہیں ہوئے، اسی طرح وضو کے بعد درود سے منع کرنے سے کوئی درود کا منکر نہیں ہوتا، فافہم وتدبر!

سوال: دولہا اور دلہن کو کون سی دعا دی جائے؟

جواب: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شادی کی مبارک باد ان الفاظ میں دیتے:

بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ، وَبَارَكَ عَلَيْكَ، وَجَمَعَ بَيْنَكُمَا فِي خَيْرٍ.

''اللہ تعالیٰ آپ کو برکت دے اور آپ پر برکت نازل فرمائے اور دونوں کو خیر (اولاد) پر اکٹھا فرمائے۔''

(سنن أبي داوٗد : 2130؛ سنن التّرمذي : 1116؛ وسندهٗ حسنٌ)